

مریم :- یہ کون ہیں؟

عارف :- یقیناً ہمارے کزنز۔ ہیلو کزن۔

ایک بچے کے ساتھ ہاتھ ملاتا ہے، لیکن نفرت کے ساتھ۔

ہاؤڈو یوڈو (بچہ ہنستا ہے)

ابو :- پہلے تو یہاں میدان ہوتا تھا۔ اب مکان بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے یہی گلی ہے۔

مریم :- (ایک بچے سے) ادئے ہاتھ مت لگاؤ ونڈ شیلڈ کو۔

عارف :- ادئے باز آتے ہو کہ نہیں۔

مریم :- دے آر سوڈرٹی۔ ہاؤکین دے بی سوڈرٹی؟

عارف :- (مسکرا کر) یہ تو کزنز ہیں۔

دور سے زبیدہ آتی ہے چودہ پندرہ برس کی لڑکی۔ تیل سے چپڑے ہوئے بال

اور گندے کپڑے۔ ہر وقت دانت باہر رہتے ہیں۔ ہنستی رہتی ہے اور آتے ہی

آپاں جی آپاں جی کہتے ہوئے مریم سے چٹ جاتی ہے۔

مریم زبیدہ کو پرے دھکیلتے ہوئے۔ اگرچہ وہ پھر آ کر چپٹنے کی کوشش کرتی ہے۔

مریم :- کون ہو تم۔ کون ہو۔

زبیدہ :- میں بیدی ہوں، آپاں جی۔ سلام بھاجی

عارف :- واعلیکم السلام۔ جیتی رہو کزن بیدی۔

ابو :- تم بھائی فیض کی بیٹی تو نہیں؟

زبیدہ :- سلام اے چاچا جی۔

ابو کے ساتھ بھی چپٹنے کی کوشش کرتی ہے۔

میں اُپلے تھاپ رہی تھی تو ایک بال نے بتایا کہ بیدی تمہارے بہناں

بھائی آئے ہوئے ہیں شہر سے اور ساتھ میں چاچا جی بھی آہو۔ آؤ

ناں گھر چلو۔ دے...

ایک بچے کو کار سے گھسیٹ کر الگ کرتی ہے۔

پراں ہو جاؤ۔ میرے بھاجی کی گڈی ہے۔ چلو بھاجی۔ (عارف منہ بناتا

ہے) آؤ آپاں جی (مریم منہ بناتی ہے) چلو چاچا جی (ابو مسکراتا ہے)

تینوں گلیوں میں چلتے جا رہے ہیں۔ اب وہ اکیلے رہ گئے ہیں۔ بچے پیچھے رہ گئے

ہیں۔ زبیدہ دو مرتبہ گلی میں کھڑی ہو کر کسی عورت کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔

زبیدہ :- میرے چاچا جی آئے ہیں۔ ساتھ بھاجی اور آپاں جی بھی ہیں۔

آہو۔

ایک دروازے کے قریب رکتے ہیں۔ زبیدہ دروازے کو دھکیل کر کھولتی ہے۔

اور چاروں اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

### — CUT —

ایک پرانا کچا مکان۔ دو دروازے۔ کچی سیڑھیاں جو کوٹھے پر جا رہی ہیں۔ سیڑھیوں کے ساتھ تندوری۔ قریب ہی ایک ہینڈ پمپ۔ چوہے اور ایک درخت بیری کا۔ اس مکان کے ساتھ مشترکہ صحن والا ایک کمرہ ہے۔ درمیان میں چھوٹی سی دیوار ہے جسے پھلانگا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے زبیدہ داخل ہوتی ہے۔ باقی تینوں اندر آتے ہیں، تو اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ جو تقریباً ڈھلے رہا ہے پڑا ہوا ہے اور کچا ہے۔

زبیدہ :- اماں۔ نہیں اماں

چاچی جنتے تل کے پاس برتن مانجی ہوئی اٹھتی ہے۔ ہاتھوں میں راکھ لگی ہے جو دھوئی ہے جلدی جلدی۔

چاچی جنتے :- بسم اللہ

تینوں کی طرف آتی ہے۔ مریم اور عارف کے سر پر پیار دیتی ہے۔ منہ چومتی ہے۔ پھر یکدم سیدھی کھڑی ہو کر ایک لمبا گھونگھٹ نکال کر آہستہ آہستہ چلتی فضل خاں کے قریب جا کھڑی ہوتی ہے۔

چاچی :- سلام بھائی جی۔ (سر آگے کرتی ہے)

فضل :- وا علیکم السلام۔

چاچی :- سلام بھائی جی۔ (سر کو آگے کرتی ہے)

فضل :- اچھا اچھا۔ (پیار دیتا ہے)

چاچی :- نہیں بیدی جلدی کر جلدی۔ اندر سے نوار والی چار پائی لا میرے

بھائی جی کے لیے۔

بیدی بھاگتی ہوئی اندر جاتی ہے، ساتھ ہی چاچی بھی جاتی ہے۔

مریم :- (مکان دیکھتے ہوئے) WHAT A PLACE

عارف :- A PROPER RUIN

بیدی چار پائی لاتی ہے۔ چاچی ایک کروشے کے کور والی کرسی لاتی ہے۔

بیدی :- بیٹھو بھائی... آپاں جی۔

فضل خاں کرسی پر بیٹھتا ہے۔

فضل :- بھائی فیض کہاں ہے ؟

چاچی :- وہ تو ابھی کنزیرس پر ہے (مریم کی طرف دیکھ کر) اور روشنا بھی اس کے

ساتھ ہے۔ ابھی آتے ہوں گے... میں بلالاؤں۔

فضل :- نہیں بہن رہنے دو۔

چاچی :- آج یہ چاند کس طرح چڑھ گیا۔ کیسے خیال آگیا بھائی ہمارا۔

فضل :- بس بیٹھے بٹھائے پردگراں بن گیا۔

(مکان کی طرف دیکھ کر) اس کی مرمت وغیرہ نہیں کروائی۔

چاچی :- لو میں نے خود پوچھا دیا ہے اسے اگلے دن۔ بارش کی وجہ سے ذرا خراب

ہو گیا ہے۔ بھائی فضل ہم تو تیرے بہت بہت شکرگزار ہیں۔ تو نے ہمیں

اپنا گھر رہنے کو دیا ہوا ہے۔

فضل :- شکریہ تو تمہارا ہے بہن... تم یہاں نہ رہتے تو یہ گھر کب کا گرچکا ہوتا۔

چاچی :- نہیں بیدی پر رہنے محن میں بیٹھے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہے

اٹھ چائے کے لیے پانی رکھ... نہیں یہ سستی نہیں پئیں گے۔ اٹھ شاباش۔

فضل :- آپ نے کوئی اپنا بند و بست ابھی تک کیا ہے کہ نہیں۔ میرا مطلب ہے

مکان وغیرہ بنوایا ہے۔

چاچی :- نہیں۔ وہ... بس گنجائش ہی نہیں نکلی۔ آپ اب رہو گے ناں ہفتہ

دس دن۔ نہیں بیدی وہ رضائیاں اور تلائیاں۔

بیدی اشارہ کرتی ہے کہ صرف دو تین ہیں۔

میں ابھی آئی مولوی صاحب کے گھر سے ایک دو رضائیاں لے آؤں۔ پالا

شروع ہو گیا ہے۔

اٹھ کر جاتی ہے۔ فضل اٹھتا ہے اور مکان کو دیکھتا ہے۔ محن میں گھومتا ہے۔

فضل :- اس محن میں میرے باپ دادا کی باراتیں اتری تھیں۔ سنا ہے میری

دادی اتنی حسن والی تھی کہ جب اس نے اس محن میں قدم رکھا تو شام

ہونے کے باوجود ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو گئی۔ اور اسی محن سے میرے

باپ دادا کے جنازے اٹھے۔ دمکراتا ہے، میں اس محن میں مرغیوں کے

پیچھے بھاگا کرتا تھا۔

زبیدہ :- آپاں جی اب آپ رہو گے ناں ہمارے پاس۔

مریم :- ہاں۔ (عارف سے) I AM GETTING OUT OF

HERE FIRST THING IN THE MORNING.

اتھ کر ٹہلنے لگتی ہے۔ پھر پہلی مرتبہ سیڑھیوں کو دیکھتی ہے اور اسے کچھ ہوتا ہے۔  
سیڑھیاں ڈالو ہو رہی ہیں۔ مریم کی آنکھیں سیڑھیاں اور ایک خاص موسیقی۔  
مریم دیکھتی رہتی ہے اور پھر سر جھٹکتی ہے۔

مریم :- ابو یہ سیڑھیاں کہاں جاتی ہیں؟

بیدی :- کوٹھے پر جاتی ہیں آپاں جی۔۔۔ میں آپ کے ساتھ چلوں۔

مریم :- نہیں۔

سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر چھوٹی دیوار کے پاس آکر کھڑی ہوتی ہے۔  
اس کے پیچھے سے چاچا مہربان نمودار ہوتا ہے۔ مریم ایک ہلکی سی چیخ مارتی ہے۔

مہربان :- ناں تو مرغی نہ کریں آج تمہارے لیے۔ لاؤں۔ اوئے ہوئے فضل خاں بھی  
آیا ہوا ہے۔

فضل :- بھائی مہربان آپ۔ بچو یہ تمہارے چچا مہربان ہیں۔ (بچے سلام وغیرہ  
کرتے ہیں)

مہربان :- ہاں میں تمہارا چاچا ہوں اور یہ ہے میرا گھر دیوار کے اُدھر۔ تم میرے  
گھر آتے ہو یا فیض بخش کے۔

فضل :- دونوں ایک ہی گھر ہیں، اور سناؤ مہربان کیا حال ہے۔

مہربان :- اللہ کی مہربانی ہے۔ اوئے گڑیے بیدی۔ کیا بندوبست کیے ہیں کھانے  
پینے کے۔

بیدی :- (بیزاری سے) ہمارے مہمان ہیں ہم جو مرضی کریں۔

مہربان :- نہ خاطر پوری پوری کرنا . . . ناں تو مرغی نہ کر لیں ان کے لیے لاؤں ؟  
فصل :- آج کھیتوں پر نہیں گئے بھائی مہربان .

مہربان :- گیا تھا . . . پھر میں نے سوچا میرا کون سا جیا جنت ہے جس کے لیے  
خون پسینہ جلاتا رہوں نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے . بھینسوں کو چارہ ڈال  
کر واپس آگیا . . . ادے کڑیے چائے بنائی ہے مہمانوں کے لیے .  
بیدی :- آہو بنا رہی ہوں .

مہربان :- پھر مجھے بھی دینا . چینی ہے گھر میں یا میں دے دوں . آج بڑے  
دنوں بعد ایک ہی دادے کی اولاد اس صحن میں اکٹھی ہوگی . تم میں اور  
بیدی کا باپ فیض بخش . میرا تو کوئی جیا جنت نہیں ہے . بس تمہارا یہ  
چھوڑ ہے اور فیضے کا روستنا ہے . اللہ جیاتی دے . کاکی پڑمتی ہے ؟  
مریم :- جی میں فائل میں ہوں .

مہربان :- (کچھ نہ سمجھتے ہوئے) اچھا اچھا . . . تو پھر تم . . . بس ٹھیک ہے  
شاباش . ادے کڑیے جلدی لاچار مہمانوں کے لیے .

چاچی آتی ہے اور نذرے کے سر پر دو رنائیاں ہیں جو وہ مولوی صاحب کے  
گھر سے لائی ہے .

چاچی :- اندر رکھ دے نذریا . بالکل نویں نکور ہیں . میں نے کہا خیر سے میری  
بیٹی بیٹیا آئے ہیں پہلی بار تو . . .

فصل :- یہ پہلی بار تو نہیں آئے بھابھی . یاد ہے جب ان کی ماں زندہ تھی تو  
ہم تقریباً ہر سال آتے تھے .

چاچی :- ہاں بس اسی بہشتن کو ہم سے پیار تھا . وہ دکھ سکھ بانٹتی تھی ہمارا .  
گرمیوں کی شاموں میں کوٹھے پر چارپائی ڈال لیتی تھی اور دسے نذریا . . .

اس دوران ندرار منائیاں اندر رکھ کر صحن کے ایک کونے میں دوسروں سے  
الگ براجمان ہو چکا ہے اور سر جھکائے بیٹھا ہے۔

ندرا :- میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔ (اٹھے بغیر)

چاچی :- ہا ہائے کہاں گیا اور کہاں آیا۔ بیٹھا رہ آرام سے مہمان آئے ہوئے  
ہیں۔۔۔

مہربان :- بہن جنتے یہ پکھیر و کبھی کبھار اترتے ہیں ہمارے صحن میں۔ ان کی اچھی  
طرح خاطر کرنا۔ ناں تو مرغی نہ کر لیں؟ لاؤں؟

چاچی :- لے آؤ۔

مہربان :- ہیں۔۔۔ اچھا۔۔۔ وہ تو زندہ ہے نہ مانی۔ حلال کرنی پڑے گی۔

چاچی :- چھری ہے میرے پاس۔

مہربان :- وہ۔۔۔ ہاں وہ تو یاد آیا کہ بیمار ہے۔ کل کر لیں گے۔ کیوں بھی بچو آپ

کل یہاں رہو گے ناں تو کل آپ کا چاچا مہربان آپ کو مرغی کھلائے گا۔  
ابھی تو ذرا بیمار ہے۔

زبیدہ چائے لاتی ہے، عارف کو دیتی ہے۔

بیدی :- لو بھاجی۔

عارف :- (ایک گھونٹ لیتا ہے) اس میں تو نوری چینی ہے۔ میٹھی شہد۔

بیدی :- آہو میں نے خود چمچ بھر بھر کے ڈالے ہیں اپنے بھاجی کے لیے۔ لو

آپاں جی۔

مریم :- نہیں میں چائے نہیں پیتی۔

مہربان :- کڑیے ذرا ادھر بھی لے آٹھیک بنی ہے چائے؟

بیدی ادھر جاتی ہے اور چائے دیتی ہے۔ گھونٹ بھرتا ہے۔

آہو ٹھیک بنی ہے۔

فضل :- بہن جنتے میں ذرا بھائی فیض اور روشنی سے مل آؤں۔ کنویں پر ہی ہوں گے ناں ؟

چاچی :- وہ تو آنے والے ہیں دودھ لے کر۔ آپ آرام کر دو۔  
فضل :- نہیں ایک دو ضروری باتیں کرنی ہے اُس سے میں ہوتا ہوں۔  
جنتے کے چہرے پر تشویش۔

جنتے :- دے نذر یا۔

نذرا :- میں تو ابھی گیا اور ابھی آیا۔

جنتے :- کہیں نہیں جانا مرن جو گیا۔ بھائی فضل کو کنویں تک لے جا۔ کہیں اپنی زمین کو جانے والا راستہ نہ بھول گئے ہوں۔

نذرا :- بالکل جی۔ آؤ بھائی جی۔

فضل :- مریم۔ عارف میں ذرا تمہارے چچا فیض کو مل آؤں۔ اسی کام کے سلسلے میں چل بھی۔

نذرا اور فضل جاتے ہیں۔

جنتے :- مریم ہم سب ایک ہی دادے کی اولاد ہیں۔ لیکن دُور دُور ہو گئے ہیں۔  
... دیکھ تو یہی بیدی کی شکل تمہارے جیسی نہیں ہے۔

مریم منہ بنا کر دیکھتی ہے۔

اور میرا روشن تواضع رکھے ... ہمیں مل بیٹھنا چاہیے، پہلے کی طرح ...

سیانے کہتے ہیں اتفاق میں برکت ہی برکت ہے ...

عارف :- آپ کے پاس کوئی لائین وغیرہ نہیں ہے ... شام ہو گئی ہے۔

بیدی :- ہمارے پاس تو بجلی ہے بھابی ... بلب لگا ہے۔



عارف :- تو جلاتی کیوں نہیں ؟  
 بیدری :- میں نے سوچا ابھی تو دکھائی دے رہا ہے . خواہ مخواہ بجلی ضائع تو نہیں  
 کرنی ....

جا کر بلب جلاتی ہے .

بختے :- آہو سچ شام ہو رہی ہے . کچھ اُن پانی کا کروں ... گناہی میں آٹا لے  
 آ بیہیے .

ادھر ادھر دیکھ کر مریم کے پاس جاتی ہے .

مریم بھائی فضل کو کیا کام ہے فیض کے ساتھ ؟

مریم :- پتہ نہیں .

اُٹھتی ہے سیڑھیوں کی طرف جاتی ہے . موسیقی بجتی ہے .

————— ڈیزالو —————

شام گہری ہو چکی ہے ، رات بھی ہو سکتی ہے . کنوئیں پر فضل اور فیض بیٹھے ہیں .

فیض :- نہیں بھائی فضل ہمارے خاندان میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا ....  
 نہیں .

فضل :- نہیں کا کیا مطلب ہے . تم مجھے روک لو گے ؟

فیض :- نہیں . میرا کسب ہی نہیں ہے تمہیں روکنا . تم خود سیانے بیانے  
 ہو ....

فضل :- بس تم گاہک تلاش کرو ... اور اگر تمہارے پاس رقم ہے تو تم خرید لو .

مکان اور زمین دونوں ، میرے لیے ان کا کوئی مصرف نہیں ہے .

فیض :- اپنی زمین بیچ دو گے ؟

فضل :- کیا فائدہ ہے مجھے اس زمین کی ملکیت کا ....

فیض :- زمین والے کہلاتے ہو۔ گاؤں میں آتے ہو تو لوگ عزت کرتے ہیں۔

فضل :- میرا بیٹا تعلیم کے لیے امریکہ جانا چاہتا ہے۔ بیٹی کی شادی کے لیے بھی مجھے خامی

رقم درکار ہے اور میرے وسائل تم جانتے ہو، محدود ہیں۔ میں مجبور ہوں۔

فیض :- میں بھی تھوڑا سا مجبور ہوں۔ تمہارے مکان میں رہتا ہوں۔ تم اب وہ

بھی بیچنا چاہتے ہو... ہمارا جدی پشتی مکان ہے۔ بھائی فضل... ہمارے

بزرگ اس کے صحن میں....

فضل :- دیکھو بھائی فیض.... زمین آدھی بخر ہے اور باقی آدھی پر چارہ وغیرہ

کاشت کر لیتے ہو، اس کا کچھ فائدہ نہیں اور مکان.... میں نے کیا

کرنی ہے گاؤں کی عزت... دس بارہ برس بعد آگیا ہوں۔ آئندہ شاید

کبھی نہ آؤں.... میرے بال بچے یوں بھی گاؤں کو پسند نہیں کرتے۔

فیض :- میرے پاس تو رقم نہیں ہے بھائی.... میں تو پھر عرض کر دیتا ہوں۔

بھائی اس زمین میں ہمارے بزرگوں کا خون پسینہ جذب ہے۔ تمہیں پتہ

ہے کہ پہلے ہماری کوئی زمین نہ تھی۔ ہم در بدر کی ٹھوکریں کھاتے تھے پھر

ہمارے بزرگوں نے اپنی محنت سے اور دن رات کی جدوجہد سے زمین کا یہ

ٹکڑا حاصل کیا۔ اب ہم صرف اسی کی وجہ سے عزت والے ہیں۔

فضل :- دکھ تو مجھے بھی ہوگا... پر کیا فائدہ اس زمین کا جو بندے کو سکھ نہ

دے۔ اور پھر چھوٹا سا ٹکڑا ہے اور وہ بھی زیادہ تر بخر۔

اندھیرے میں سے روشن آتا ہے۔

روشن :- بجز زمین فالے اپنی زمین کو بیچ تو نہیں دیتے چاہا اسے آباد کرتے ہیں۔

فضل :- روشن

روشن :- سلام چاچا... نہ چاچا ایسا نہ کر... بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کی

زمین ہم سے بھی کم ہے۔ ہم تو خامے خوشحال ہیں ان کے مقابلے میں...

فضل :- میں تمہاری نہیں صرف اپنی زمین بیچنا چاہتا ہوں۔

روشن :- زمین تو سب کی ہے۔ ہم سب اسے کاشت کرتے ہیں۔ اسی میں سے

رزق اگاتے ہیں۔ اگر ایک بھائی اپنا حصہ بیچ دے، دوسرا دیوار کھڑی کر

ے تو کھیت چھوٹے ہو جائیں گے... سبھی کا نقصان ہے۔ فائدہ اکٹھے

رہنے میں ہے۔

فضل :- (طنز پر) بڑا دانا ہو گیا ہے۔

روشن :- ہاں چاچا جو زمین کے قریب رہتا ہے زمین اسے اپنی دانائی دے

دیتی ہے۔

فیض :- بیٹا کچھ بندوبست ہو سکتا ہے تو چاچے کے ساتھ سودا کر لے...

روشن :- میرے پاس تمہارے سے کوئی انگ تھوڑا ہے۔ وہی کچھ ہے جو بیدی کی

شادی کے لیے جمع کر رکھا ہے۔ ہم میں پسلی نہیں ہے زمین خریدنے کی۔

فیض :- اور مکان ؟

روشن :- وہ ہم ایک کُلی بنائیں گے یہاں... اپنی زمین کا یہ فائدہ تو ہوتا ہے ناں

کہ اس پر جب جی چاہے بندہ چھت ڈال کر سر چھپا سکتا ہے۔

فضل :- میں... میں تمہیں... تم بے شک دو تین پیسے اور رہ لو مکان میں

... لیکن زمین...

روشن :- (اندھیرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) چاچا فضل اُدھرا اندھیرا ہے۔

جنگل ہے اور جنگل میں طرح طرح کے جانور ہیں جو ہماری فصلوں کے دشمن

ہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اپنے کھیتوں کی راکھی کی ہے۔

کسی جانور کو اپنے کھیت میں نہیں آنے دیا، ہم اس زمین کے لیے

جتنی زیادہ تکلیفیں سہیں گے اور قربانیاں دیں گے۔ اتنے ہی پاکیزہ خالص  
اور مضبوط ہو جائیں گے۔ چاچا تمہیں پتہ ہے کہ جن لوگوں کی اپنی زمین نہیں  
ہوتی ان کا کیا حشر ہوتا ہے ؟

— CUT —

مکان کا ایک کمرہ۔ آدھے حصے میں جست کی دو بڑی بڑی پیٹیاں ہیں۔ دیواروں پر  
برتن سجے ہیں۔ کچی دیواریں اور تین چار پائیاں بالکل ساتھ ساتھ بچھی ہیں۔ کیونکہ  
کمرے میں مزید جگہ نہیں ہے۔ اگر پراپرٹی کے پاس "بھڑولا" ہو تو وہ بھی کمرے میں  
میں رکھ دیں۔ ایک بلب جل رہا ہے۔ مریم اور عارف اپنے اپنے بستروں پر بیٹھے  
ہیں۔ چھینٹ کی رمنائیاں ایک طرف رکھی ہیں۔ عارف کے ٹیپ ریکارڈر پر کوئی  
دھن چل رہی ہے یعنی کٹ کریں تو یکدم موسیقی کا شور ہو۔

مریم :- عارف... عارف... بھی آہستہ کرو اسے۔

عارف :- میں اور کیا کروں اس گاؤں فارسیکن پلیس میں، مریم یہ ہمارے  
باپ دادا اس مکان میں کیسے رہتے تھے... اتنی گندگی ہے ہر طرف اور  
بیدی وہ کتنی غلیظ ہے۔

مریم :- (ہنس کر) کون ہے تمہاری۔

عارف :- تمہاری بھی تو ہے۔

مریم :- تمہیں پتہ ہے اس کے ہاتھوں میں سے گوبر کی بو آ رہی تھی۔ پتہ آئی سوئیر  
... خالص تازہ گوبر کی بو...

(منہ بناتی ہے)

ایہہ .... اور یہ جو چاچی جنتی ہے بسم اللہ بسم اللہ کرتی پھرتی ہے۔ اس  
نے مجھے زبردستی پیار دیا تو اس کے کپڑوں سے یہ گھٹی یا مکھن وغیرہ کی

SMELL آ رہی تھی قسم سے۔

عارف :- ہم کو یہاں سے فرار ہو جانا چاہیئے جلد از جلد۔ اور یہاں سردی بھی تو بہت ہے۔

مریم :- تو ان خوب صورت رضائیوں میں گھس جاؤ۔

عارف :- یہی تو مصیبت ہے ان میں پتہ نہیں کس طرح کی SMELL ہے شاید مرغیوں کی اور پتہ نہیں کس طرح ...

مریم :- لاہور سے چلتے وقت میں نے ابو سے پوچھا تھا کہ وہاں گاؤں ہیں اکاموڈیشن تو پراپر ہے ناں۔ کہنے لگے فرسٹ کلاس۔ یہ ہے فرسٹ کلاس اکاموڈیشن۔

عارف :- ویسے مریم وہ انڈوں کا سالن بہت مزے دار تھا۔

مریم :- ہاں یوں تو یہاں کی گندم کا ذائقہ بھی بہت اچھا ہے شاید خالص ہے ناں ...

عارف :- ہاں اور یہاں کی SMELL بھی تو خالص ہیں اور گندگی بھی خالص ہے۔

مریم :- دچھت کی طرف دیکھتی ہے، عجیب سا لگتا ہے کہ ابو اور دادا اور ان کے دادا اسی کمرے میں ہوا کرتے تھے اور میری طرح چھت کو دیکھا کرتے تھے۔

چھت کے اسی حقے کو جسے میں دیکھ رہی ہوں۔

عارف :- زیادہ غور سے دیکھو گی تو گر پڑے گی۔ بہر حال ہم تو بھرپائے اپنے گاؤں سے۔

فضل - تا ہے۔

مریم :- بہت دیر کر دی ابو۔

ابو :- ہاں ڈیرے پر بہت سارے لوگ ملنے کے لیے آگئے۔ ہماری برادری

خاصی بڑی ہے ناں۔

عارف :- اور اُس کام کا کیا ہوا ؟

آلو :- ہو جائے گا ... بالکل ہو جائے گا۔

اس کے ساتھ بستر پر لیٹا ہے۔

اب سونے کی کوشش کرو۔ صبح نہیں گنویں پرے کر جانا ہے۔

سب لوگ رضائیاں اڑھتے ہیں۔ چند لمحوں بعد چاچا مہربان دروازہ کھول کر  
بھاگتا ہے۔

مہربان :- ناں صبح سویرے مرغی نہ کر لیں ... ہیں ... ابھی بتا دو۔

آلو :- تکلف کی کیا ضرورت ہے بھائی مہربان۔

مہربان :- اچھا جیسے تمہاری مرضی ... بس وہ مرغی تمہارے لیے رکھی ہوئی ہے۔  
جب کہو گے کر لیں گے۔

بیدی کی آواز :- چاچا مہربان بھاجی اور آپاں جی کو سونے دو، تنگے ہوئے  
ہوں گے۔

مہربان :- اچھا اچھا ... لو بھی سو جاؤ۔

جاتا ہے۔ سب مسکراتے ہیں۔

CUT

صبح - مُرغ بولتا ہے۔ معن میں سے دودھ کے رٹھکنے کی آواز۔ کیرہ مریم پر جاتا ہے۔

اس کے ساتھ مدھانی کی آواز بلند ہوتی ہے۔ مریم خوفزدہ ہو کر آنکھیں کھولتی ہے اور  
آواز کو سنتی ہے پھر کھسک کر عارف کے قریب جاتی ہے۔

مریم :- عارف ... عارف ... سنو یہ کچھ بول رہا ہے۔

عارف :- (سنتا ہے) پتہ نہیں کیا ہے۔

مریم :- لگتا ہے کوئی خطرناک شے ہے۔

عارف :- نہیں۔ (خوفزدہ ہے)

مریم :- ہاں... سنو... ذرا پتہ تو کریں کہ کیا ہے۔

عارف :- (خوفزدہ، خود ہی تو کہتی ہو کہ خطرناک شے ہے۔

مریم :- اٹھو... دیکھتے ہیں۔

صحن کا پورا شاٹ۔ ایک کونے میں چاچی مدھانی رٹھک رہی ہے۔ بیدی جھاڑ دسے

رہی ہے۔ کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور دونوں جھکے جھکے باہر آتے ہیں۔

چاچی :- آؤ جی بسم اللہ... جاگ گئے۔

مریم :- چاچی... یہ ذرا چلانا۔

چاچی :- کیا... یہ مدھانی... (چلاتی ہے)

عارف :- ہاں اسی کی آواز تھی۔ اس میں ہے کیا؟

چاچی :- دودھ جواب مکھن اور لسی بن چکا ہے، پیو گے۔

مریم :- میں ذرا اسے چلاؤں؟

چاچی :- بسم اللہ۔ کیوں نہیں۔ آخر تم بھی گاؤں والوں کی بیٹی ہو۔ آؤ۔

مریم بیٹھ کر چلانے کی کوشش کرتی ہے مگر ناکام رہتی ہے۔

بیدی :- آپاں جی زور لگاؤ... ہا ہائے آپاں جی آپ سے تو ہوتا ہی نہیں۔ بھابی

چار بناؤں؟

عارف :- نہیں۔

مریم :- تم ذرا اندر چلو عارف...

ایک مرتبہ بیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے۔

عارف :- کیوں؟

مریم :- بس چلو....

عارف اندر جاتا ہے۔

مریم :- (ادھر ادھر دیکھ کر) وہ چاچی... تم پرے ہو جاؤ بیدی۔

بیدی :- اچھا آپاں۔

مریم چاچی کے قریب جا کر کچھ کہتی ہے تو وہ ہنستی ہے۔ اور پھر اٹھ کر کچھ اشارہ کرتی ہے کہ آؤ۔

CUT

چاچی اور مریم کھیتوں میں جا رہی ہیں۔ ادھر ادھر دیکھ کر بیٹھ جاتی ہیں۔

CUT

کنواں - روشن ایک دلوٹو ہے میں دودھ دودھ رہا ہے۔ فیض چارہ کاٹ رہا ہے، اور مویشیوں کے آگے ڈال رہا ہے۔

فیض :- روشنیا...

روشن :- ہاں چاچا۔

فیض :- بھائی فضل کے بچوں کو آج ذرا ادھر ادھر گھما پھرا دے۔

روشن :- پتہ نہیں وہ پسند کریں نہ کریں۔

فیض :- ہمارا تو فرض ہے ناں... ادھر لے آنا ڈیرے پر... زمین پر...

ادھر قبرستان میں فاتحہ پڑھ آنا بزرگوں کی ٹوہریوں پر۔

روشن :- اچھا چاچا۔

دودھ سر پہاٹھاتا ہے جیسے گاؤں جا رہا ہے۔

CUT

رہ - عارف لیٹا ہوا ہے۔ فضل باہر جا چکا ہے۔ مریم آتی ہے۔ اور بہت اپ سیٹ



آتی ہے۔

مریم :- عارف ...

عارف :- کہاں چلی گئی تھیں۔ ابو پوچھ رہے تھے۔

مریم :- عارف تمہیں پتہ ہے میرے ساتھ کیا ہوا؟ YOU CAN'T

IMAGINE I TELL YOU.....

عارف :- ہوا کیا؟

مریم :- تمہیں پتہ ہے کہ اس گھر میں ... ہمارے گھر میں باتھ روم نہیں ہے۔

ڈویو نو ڈیٹ؟

عارف :- وہ ہینڈ پمپ تو ...

مریم :- نہیں نہیں۔ آئی مین پراپر باتھ روم ... میں نے صبح چاچی سے پوچھا

کہ باتھ روم کہاں ہے تو وہ کہنے لگی کہ یہاں تو نہیں ہے۔ کھیتوں میں جانا

ہوگا ... اچھا تو

I THOUGHT THAT THEY BUILD THEIR

BATHROOMS IN THE FEILDS .... OR

SOMETHING .....

چنانچہ میں چاچی کے ساتھ کھیتوں میں چلی گئی۔ اور وہاں کوئی باتھ روم

نہیں تھا۔ وہاں وہ بس کھیتوں میں ...

عارف :- DON'T TELL ME THAT.

مریم :- I AM TELLIN YOU THAT

عارف :- THAT'S FUNNY

مریم :- IT'S RIDICULOUS

بیدی جھانکتی ہے۔

بیدی :- آپاں جی آپاں جی ... آپ کا پروٹھا پک گیا ہے۔ بھاجی آپ بھی  
آجاؤ ....

عارف :- اچھا ... (جاتی ہے) ایک تو میں اس آپاں جی آپاں جی سے بہت  
بیزار ہوں۔

مریم :- (مسکرا کر) کزن ہے تمہاری۔

عارف :- تمہاری بھی تو ہے ....

دونوں اٹھتے ہیں۔ صحن میں کٹ کرتے ہیں۔ چاچی پراسٹھے بنا رہی ہے۔ یہ دونوں  
جاتے ہیں۔ پیڑھیاں بیدی رکھتی ہے آگے آگے کر کے ... کھانے لگتے ہیں۔ دیوار  
پر سے مہربان جھانکتا ہے۔

مہربان :- اچھا تو جاگ گئے مہمان .... جتنے چاہے نہیں بنائی ان کے لیے۔  
جنت :- بنائی ہے۔

مہربان :- تو پھر پلا ان کو بھی اور مجھے بھی .... اور میں نے ان کا کھانا کرنا ہے۔ میرے  
کچھ نہیں لگتے ... ہیں ...

جنت :- کر لینا کھانا (چائے بیدی کو دیتی ہے) کے بیدی چاچے مہربان کو دے  
.... مریم رجبہ کے کھانا میرے ہاتھ کے بنائے ہوئے پرائٹھوں سے بندہ  
موٹا نہیں ہوتا ...

رودن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے۔ چونکہ آرام سے خاموشی سے آتا ہے۔ اس لیے  
کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ صرف مریم کا چہرہ ادھر ہے۔ وہ اسے دیکھتی ہے۔ رودن بھی  
اسے دیکھتا ہے۔ لیکن کچھ کہے بغیر دودھ کی گاکر زمین پر رکھ کر بیٹھ جاتا ہے دونوں  
ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ لیکن اس دیکھنے میں محبت وغیرہ نہیں بلکہ تجسس ہے۔

( فلیش بیک )

ایک درمیانے درجے کا گھر۔ بیڈروم یا ڈرائینگ روم۔ BLANK پس منظر سے کر لیں تو بہتر ہوگا۔

مریم :- کیا ابو کیا ؟

ابو :- کچھ نہیں... بس یونہی میرا خیال تھا کہ... ہاں تم ٹھیک کہتی ہو... پتہ نہیں کیوں بس... بہر حال جانے دو۔

مریم :- لیکن ابو آپ نے عجیب و غریب بات کہہ دی... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ....

ابو :- مریم میں نے کہا تو ہے کہ بس یونہی۔

مریم :- آٹھ جماعت پاس اور کھیتوں میں مزدوری کرنے والے ایک لڑکے کے بارے میں آپ یہ سوچیں کہ...

ابو :- تمہاری ماں نہیں ہے تو مجھے ہی یہ سب...

مریم :- ہاں لیکن ابو... آپ اپنی بیٹی کے لیے یہی سوچ سکتے ہیں۔

ابو :- آئی ایم سوری... بس ایسے ہی خیال آگیا تھا۔

( فلیش بیک ختم )

مریم بیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے اور پھر روشنی کی طرف ایک نظر ڈال کر کھانا کھانے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اس دوران جتنے روٹی پکاتے پکاتے پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے۔

جتنے :- روشن... تو کب آیا... یہ مریم ہے ناں اور یہ عارف — چاچا

فضل باہر گیا ہوا ہے دوستوں سے ملنے... یہ خیر سے روشن ہے....

( سلام دعا ہوتی ہے ) تورات کو نہیں آیا۔

روشن :- میں راکھی پر تھا ۔

جنتے :- ہماری زمین کے ساتھ ہی بیلا ہے ناں جنگل تو اُدھر سے جنور آ جاتے ہیں ۔

فصل بھاڑنے .... پر روشن ساری ساری رات راکھی کرتا ہے مجال ہے

کسی کی ۔ تو بھی کھالے ناں ...

روشن :- پہلے مہمانوں کو بھگتا لے ... اس کے بعد میں نے ان کو لے کے جانا ہے ۔

... اگر ان کی مرضی ہوئی تو ...

عارف :- کہاں جانا ہے بھائی ... روشن ۔

روشن :- جس طرح گاؤں کا کوئی بندہ شہر جاتا ہے تو آپ اسے چڑیا گھر اور عجیب

گھر نہیں دکھاتے تو ہمارے بھی اپنے عجیب گھر ہیں ... یہاں وہ

دیکھیں گے ...

عارف :- کیوں مریم ؟

مریم :- I DON'T MIND

عارف :- میں ذرا جو گرز اور چین وغیرہ پہن لوں ۔

بیدی :- در روشن سے ، بھاجی میں بھی چلوں ...

جنتے :- بیٹھ آرام سے ، دوپہر کے لیے ہانڈی مکر نہیں کرنا مہمانوں کے لیے ...

روشن :- جانے دے اماں ... اسے بڑا چارہ ہے شہر کے رشتہ داروں کا ۔

بیدی :- تو پھر میں بھی چھینٹ کا سوٹ پہن لیتی ہوں ہیں اماں ...

جاتی ہے ۔

کمرے میں عارف واک مین کے پلگ کانوں میں لگائے جھوم رہا ہے ۔ ظاہر ہے

آواز نہیں ہے ۔ بیدی دروازہ کھول کر جھانکتی ہے اور پریشان ہو جاتی ہے ۔

کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے ۔ اسے دیکھ کر بھاگتی ہوئی محن سے واپس جاتی ہے ۔